سلسلۂ کہکشاں نمبر ۱

نیا چاند

مصنفہ

ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور

مترجمہ

عبد المجید خاں سالک

سنہ ۱۹۲۶ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

قیمت

بار اول ۱۰۰۰

دیباچہ

ٹیگور کی دنیائے تخیّل اس قدر لطیف و نازک ہے۔
کہ نہایت ماہر ادیب اسے صحت اور کامیابی سے اپنی
زبان میں پیش کر سکتا ہے۔ ایسا ادیب جس کا مطالعۂ
الفاظ لُغت ہی کا ممنون احسان نہ ہو۔ جو بظاہر ہم معنی
الفاظ کے اختلاف معنی کی سمجھ رکھتا ہو۔ جو الفاظ کو
اپنے ذوق کی خُردبین میں سے دیکھ کر ان کی خصوصیات
کی تمام باریکیوں کو سمجھ سکے۔ اور اس فضا کے اثرات

کو محسوس کر سکے۔ جو الفاظ سے وابستہ ہوتی ہے۔ جس میں
اتنی قدرت ہو۔ کہ الفاظ کو جیسے اپنی ہتھیلی میں رکھ سکے۔
گھما پھرا کر دیکھے اور پرکھے۔ رد کر دے۔ اور چُننے۔
استعمال کرے اور تخیل کو بے عنان چھوڑ کر دیکھ سکے۔
کہ اس کے الفاظ اسے کہاں لئے جا رہے ہیں۔

چترا اور نیا چاند کے ترجمے سالک کی اس قادر الکلامی
کا ثبوت دیتے ہیں۔ تو کتنا افسوس ہوتا ہے۔ کہ ان کی
مصروفیتیں انہیں ٹیگور کی باقی تصانیف کو اُردو میں
منتقل کرنے کی مہلت نہیں دیتی ہیں۔

سیّد امتیاز علی تاج

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گھر

میں اس سڑک پر جو کھیت میں سے ہو کر جاتی تھی۔ اکیلا چلا جا رہا تھا اور شام ایک کنجوس آدمی کی طرح اپنا آخری سونا چھپا رہی تھی۔

دن کی روشنی اندھیرے کی گہرائیوں میں دم بدم ڈوبتی چلی جاتی تھی۔ اور زمین جس کی فصل کاٹ لی گئی تھی۔ خاموش پڑی تھی۔

اچانک ایک لڑکے کی تیز و باریک آواز آسمان میں بلند ہوئی۔ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ اندھیرے میں چلا جا رہا تھا۔ اور شام کے سناٹے میں اپنے گیت کا نشان۔ اپنے نغمے کی گونج چھوڑتا جاتا ہوں۔

اس لڑکے کا گھر پاس ہی کے گاؤں میں تھا + وہ گاؤں اس بنجر زمین کے آخری سرے پر گنّے کے کھیت کے اُس پار واقع تھا۔ اور کیلے اور چھالیا کے نازک پودوں ناریل اور گہرے سبز پھل کے درختوں کی چھاؤں نے اس گاؤں کو اپنی گود میں چھپا رکھا تھا

میں اپنے سنسان رستے پر تاروں کی روشنی کے تلے ایک لمحے کے لئے ٹھہرا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ میرے سامنے تاریک زمین پھیلی پڑی ہے۔ اور بے شمار ایسے گھروں کو اپنے آغوشِ فرحت میں لئے ہوئے ہے۔ جن کی زینت گہوارے ہیں اور بستر ماؤں کے دل ہیں اور رات کے چراغ ایسی نوعمر اور مسرور زندگیاں ہیں۔ جو نہیں جانتیں۔ کہ دنیا میں ان کی ہستی کتنی قدر و قیمت رکھتی ہے!
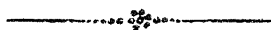
سمندر کے ساحل پر

بے پایاں دُنیاؤں کے سمندر کے ساحل پر بچوں کا ملاپ ہوتا ہے!
غیر محدود آسمان سر پہ ساکن ہے۔ اور بے قرار پانی پُرشور!
بے پایاں دُنیاؤں کے سمندری ساحل پر بچے ناچتے اور قلقاریاں مارتے ہوئے ملتے ہیں!

وہ ریت کے گھر بناتے ہیں۔ اور خالی گھونگھوں سے کھیلتے ہیں۔ مُرجھائے ہوئے پتّوں کو جوڑ جوڑ کر کشتیاں بناتے ہیں۔ اور مُسکراتے ہوئے اُن کشتیوں کو وسیع سمندر کی سطح پر تیراتے ہیں۔ بچے دُنیاؤں کے ساحل ہی پر کھیلتے ہیں!

تیرتے کیونکر ہیں؟ اُن کو معلوم نہیں۔ جال کیونکر ڈالتے ہیں؟ وہ نہیں جانتے! غوّاص موتیوں کے لئے غوطے لگاتے ہیں۔ سوداگر

اپنے جہازوں میں چلے جاتے ہیں۔ مگر بچے کنکر جمع کرتے ہیں
اور پھر بکھیر دیتے ہیں! وہ چھپے ہوئے خزانوں کے جویا نہیں
وہ نہیں جانتے جال کیونکر ڈالا جاتا ہے۔

سمندر قہقہے مارتا اور لہریں لیتا ہے۔ اور ساحل کا تبسم
زردی میں چمک اٹھتا ہے۔ ہلاکت انگیز موجیں اپنے بے معنی
گیت بچوں کو سناتی ہیں۔ جیسے ماں اپنے بچے کا پنگورا ہلاتی ہوا
گنگناتی ہے۔ سمندر بچوں سے کھیل رہا ہے۔ اور ساحل کا تبسم
زردی سے چمک رہا ہے۔

بے پایاں دنیاؤں کے سمندر کے ساحل پر بچوں کا ملا
ہوتا ہے۔ طوفان بے راہ آسمان میں آوارہ گھوم رہا ہے
جہاز بے نشان سمندر میں تباہ ہو رہے ہیں۔ موت اپنا کام
کر رہی ہے۔ اور بچے کھیل رہے ہیں۔
بے پایاں دنیاؤں کے سمندری ساحل ہی پر بچوں کا
سب سے بڑا میلا ہوتا ہے!

منبع

نیند جو ننھے کی آنکھوں پر تھپکیاں دیتی ہے۔ اسے جانتے ہو۔ یہ کہاں سے آتی ہے؟ ہاں۔ ایک افواہ ہے۔ کہ جنگل کی چھاؤں میں ایک پریوں کا گاؤں ہے۔ اُس میں جگنوؤں کی دُھندلی سی روشنی کے درمیان دلربائی کی دو شرمیلی کلیاں لٹک رہی ہیں۔ بس۔ یہ نیند وہاں سے ننھے کی آنکھوں کو چومنے آتی ہے +

وہ مسکراہٹ جو سوتے میں ننھے کے ہونٹوں پر جھلکتی ہے۔ کیا کوئی جانتا ہے۔ یہ کہاں پیدا ہوئی تھی؟ ہاں۔ ایک اُڑتی سی خبر ہے۔ کہ ایک دفعہ پہلی رات کے چاند کی کمسن اور دُھندلی سی کرن نے خزاں کے اُڑتے ہوئے بادل کا کنارہ چھو لیا تھا۔ بس وہاں یہ مسکراہٹ ایک شبنم سے دُھلی ہوئی صبح کے خواب میں پہلے پہل پیدا ہوئی۔ وہی مسکراہٹ جو سوتے میں ننھے کے ہونٹوں پر جھلکتی ہے +

وہ شیریں اور نرم و نازک تازگی جو ننھے کے اعضا میں تمتماہٹ

پیدا کر رہی ہے۔ کیا کسی کو معلوم ہے۔ کہ وہ اب تک کہاں
چھپی رہی؟ ہاں! جب اس کی ماں ایک نوجوان دوشیزہ تھی
اُس وقت یہ اُس کے دل کے اندر محبّت کے نازک اور خاموش
راز کی صورت میں پیوست تھی — یہی شیریں اور نرم و نازک راگ
جو ننھے کے ہاتھ پاؤں میں تمتماہٹ پیدا کر رہی ہے!

ننھے کے ڈھنگ

اگر ننھّا بچّہ چاہے۔ تو وہ ابھی، اسی وقت اُڑ کر آسمان پہ
پہُنچ سکتا ہے ✢
یہ بلا وجہ نہیں۔ کہ وہ ہمیں چھوڑ نہیں جاتا ✢
وہ دل سے چاہتا ہے۔ کہ اپنی ماں کی چھاتی پہ سر رکھ کر سوئے
اور نہیں چاہتا۔ کہ ذرا سی دیر کو بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو ✢

نھا عقل مندی کے الفاظ کہنے کے سب ڈھنگ جانتا ہے۔
اگرچہ دُنیا میں ان کے معنی سمجھنے والا کوئی نہ ہو ✢
یہ بے وجہ نہیں۔ کہ وہ کبھی بولنے کی خواہش نہیں کرتا ✢
وہ ایک بات یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ اپنی ماں کے الفاظ اسی
کے ہونٹوں سے سیکھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ظاہر میں اس قدر
بھولا بھالا نظر آتا ہے ✢

ننھّے کے پاس سونا اور موتی ڈھیروں پڑے تھے۔ پھر بھی وہ بھکاری کی طرح اس زمین پر آیا ❖

یہ بے وجہ نہیں۔ کہ وہ یوں بھیس بدلے ہوئے آیا ❖

یہ چھوٹا سا پیارا سا ننگا فقیر اپنے آپ کو بالکل بے بس بنا کے ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ ممتا کی دولت میں سے بھیک مانگ سکے ❖

ننھّا چھوٹے سے نئے چاند کی سرزمین میں ہر بندھن سے آزاد تھا۔

یہ بے وجہ نہیں۔ کہ اس نے اپنی آزادی کو تج دیا ❖

وہ جانتا ہے۔ کہ ماں کے دل کے ننھّے سے گوشے میں بے پایاں عیش و مسرت کی گنجائش ہے۔ اور اسے معلوم ہے۔ کہ ماں کی پیاری گود میں آجانا اور بھینچا جانا آزادی سے کہیں اچھا ہے ❖

ننھّے کو رونا چلّانا بالکل نہیں آتا تھا۔ کیونکہ وہ تو پوری خوشی اور راحت کی سرزمین میں رہتا تھا ❖

یہ بے وجہ نہیں۔ کہ اس نے آنسو بہانے کا شیوہ اختیار کر لیا ❖

اگرچہ وہ اپنے پیارے چہرے کی مسکراہٹ سے ماں کے

محبّت بھرے دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پھر بھی چھوٹی چھوٹی تکلیفوں پر اس کی چھوٹی چھوٹی چیخیں رحم اور محبّت کا دُہرا ندیدھن بٹ رہی ہیں ❖

...دیکھا تماشا

...ے! وہ کون تھا۔ جس نے تمھاری ننھی سی فراک
...ے پیارے پیارے اعضا کو اس ننھے سے سُرخ
...؟

...ھر سے باہر صحن میں گرتے پڑتے ڈگمگاتے
...نکل آئے۔ لیکن میرے بچے! وہ کون تھا۔
...سی فراک رنگ دی؟
...ی ننھی سی کلی۔ میرے بچے۔ تم کس بات پر ہنس

...ے میں کھڑی تمہیں دیکھ دیکھ کے مسکرا رہی ہے!
...سے تالی بجاتی ہے۔ اور اُس کے کنگن چھن
...۔ ادھر تم ننھے سے چرواہے کی طرح بانس
...لئے ہوئے ناچ رہے ہو۔
...کی ننھی سی کلی تم کس بات پر ہنس رہے ہو۔

اے بھکاری! تو دونوں ہاتھوں سے اپنی ماں کی گردن سے لپٹا ہوا کیا بھیک مانگ رہا ہے؟ کیا میں آسمان میں سے دُنیا کو پھل کی طرح توڑ کر تیری ننھی سی گلابی ہتھیلی پر رکھ دوں؟
او بھکاری! تو کیا بھیک مانگ رہا ہے؟

ہوا تمہارے جھانجھن کے گھنگھروؤں کی جھنکار کو خوشی خوشی اُڑائے لئے جا رہی ہے۔
سورج مسکراتا ہوا تمہارے سنگار کو دیکھ رہا ہے۔
آسمان تم کو اس وقت دیکھتا ہے۔ جب تم اپنی ماں کی گود میں سو رہے ہوتے ہو۔ اور صبح خاموشی سے پنجوں کے بل تمہارے بستر تک آتی اور تمہاری آنکھیں چومتی ہے!
ہوا تمہارے جھانجھن کے گھنگروؤں کی جھنکار کو خوشی خوشی اُڑائے لئے جا رہی ہے!

وہ پری جو عالمِ خواب کی مالکہ ہے شفق کے آسمان میں سے اُڑتی ہوئی تمہارے پاس آ رہی ہے۔ جگت ماتا تمہاری ماں کے دل میں تمہارے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی ہے۔

وہ، جو اپنی موسیقی ستاروں کو سُناتا ہے۔ اپنی بانسر
لئے ہوئے تمہاری کھڑکی میں کھڑا ہے ۔

اور وہ پری جو عالمِ خواب کی مالکہ ہے۔ شفق کے آسمان
ہیں سے پرواز کرتی ہوئی تمہارے پاس آرہی ہے ۔

نیند کا چور

ننھے کی آنکھوں میں سے نیند کس نے چُرا لی؟ میں معلوم کر کے رہونگی ✣

ماں اپنی گگری کمر سے لگائے پاس ہی کے گاؤں سے پانی بھرنے گئی ✣

دوپہر کا وقت تھا۔ بچّوں کے کھیلنے کا وقت گزر چکا تھا۔ جوہڑ میں بطخیں خاموش پڑی تھیں۔ چرواہے کا لڑکا بڑ کے درخت کی چھاؤں میں پڑا سو رہا تھا ✣

سارس آم کے درختوں کے جھنڈ کے پاس دَلدَل میں خاموش اور متین کھڑا تھا۔ اس اثنا میں نیند کا چور آیا۔ اور ننھے کی آنکھوں سے نیند چھین کے اُڑ گیا! جب ماں لوٹ کے آئی تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ ننھا گھٹنیوں چل چل کے کمرے بھر میں پھر رہا ہے ✣

ہمارے ننھے کی آنکھوں میں سے نیند کون چرا لے گیا۔

میں معلوم کر کے رہونگی۔ میں اسے پاؤں گی۔۔ اور اسے زنجیروں
میں باندھ کے رکھوں گی ٭
مجھے اس گہری کھوہ میں تلاش کرنا چاہئیے۔ جہاں بڑے
چھوٹے اور بدصورت پتھروں میں سے ایک ننھی سی ندی
بہہ رہی ہے ٭
میں جنگل کے جھنڈ کی خواب انگیز چھاؤں میں اسے
ڈھونڈونگی۔ جہاں کبوتر گوشے میں بیٹھے ہوئے غٹرغوں غٹرغوں
کر رہے ہیں۔ اور جہاں تاروں بھری رات کے سکون میں پریوں
کی پازیبوں کی جھنکار سنائی دیتی ہے ٭
شام کو میں بانسوں کے جنگل کی سرگوشیاں کرتی ہوئی خاموشی
میں جھانک کر دیکھوں گی۔ جہاں جگنو اپنی روشنی فیاضی سے
صرف کرتے ہیں۔ اور جو کوئی مجھے وہاں ملے گا۔ اُس سے
پوچھوں گی۔ کہ "مجھے بتاؤ۔ نیند کا چور کہاں رہتا ہے"؟

ننھے کی آنکھوں میں سے نیند کس نے چرالی۔ میں معلوم
کر کے رہونگی ٭
اگر میں اسے پکڑ لوں۔ تو کیا اسے اس چوری کا مزا نہ

چکھانا چاہیئے ؟

میں نیند کے چور کے نشیمن پر چھاپا مارونگی - کہ اس نے ساری چوری کی نیند وہیں جمع کر رکھی ہے ✣

میں وہ سب لوٹ لونگی - اور گھر لے آؤنگی ✣

میں اس کے دونوں پر مضبوط باندھ دونگی - اسے دریا کے کنارے پر ڈال دونگی - پھر ناگرموتھا اور کنول کے پودوں کے درمیان اسے چھوڑ دونگی - کہ وہ ایک نرسل کا ٹکڑا ہاتھ میں لے کر مچھلی پکڑنے کا کھیل کھیلے ✣

جب شام کو بازار کا کاروبار بند ہو جائے گا - گاؤں کے بچے اپنی ماؤں کی گودوں میں جا بیٹھیں گے - تو رات کے پرندے اس چور کی ہنسی اُڑائیں گے - اور اسے چڑانے کے لیئے اس کے کانوں میں شور مچا مچا کر پوچھیں گے :-

"کیوں ؟ اب تم کس کی نیند چراؤ گے" ؟

آغاز

ننھے نے اپنی ماں سے پوچھا۔ امّاں! میں کہاں سے آیا ہوں؟ تم نے مجھے کہاں پڑا پایا؟ ماں نے کچھ روتے ہوئے اور کچھ ہنستے ہوئے، ننھے کو اپنی چھاتی سے چمٹا کر جواب دیا:—

میرے پیارے۔ تم میرے دل میں دل کی آرزو کی طرح پوشیدہ تھے ✤

میری بچپن کی گڑیوں میں بھی تمہیں تھے۔ اور جب میں ہر صبح مٹی گوندھ کر اپنے دیوتا کی مورتی بناتی تھی۔ اُس وقت بھی میں تمہیں ہی بناتی اور تمہیں ہی توڑتی تھی ✤

تم ہمارے گھر کے دیوتا میں مضمر تھے۔ اور میں اُس کی پوجا میں بھی تمہیں ہی پوجتی تھی ✤

میری تمام اُمیدوں میں۔ میری تمام محبّتوں میں۔ میری زندگی میں۔ میری ماں کی زندگی میں۔ تم نے ہمیشہ اپنا بسیرا رکھا ہے ✤

اس غیر فانی رُوح کی گود میں جو ہمارے گھر بھر پر حکمراں ہے
تم مدتوں تک پالے گئے ہو ✤

جب میرے لڑکپن میں میرا دل اپنی پتّیاں کھول رہا تھا۔
تم اُس کے گرد خوشبو کی طرح گھوم رہے تھے ✤

جب میں جوان ہوئی۔ تو تمھاری نرمی و نازکی میرے
تمام اعضا میں شگفتہ ہو رہی تھی۔ جس طرح سورج نکلنے سے پہلے
آسمان کا چہرہ تمتما اُٹھتا ہے ✤

اے آسمان کے پہلے محبوب! اے نورِ صبح کے توام بھائی۔
تو دُنیا کی زندگی کی ندی میں بہتا ہوا آیا۔ اور آخر کار میرے دل
کے کنارے آلگا ✤

جب میں تمہارے چہرے پر نگاہ ڈالتی ہوں۔ تو ایک
راز کا احساس مجھ پر غلبہ پا لیتا ہے۔ تم جو سب کے ہو اب میرے
ہی ہو گئے ✤

میں تمہیں کھو دینے کے ڈر سے تم کو اپنی چھاتی سے خوب
چھپائے رہتی ہوں۔ آہ۔ وہ کونسا جادو تھا۔ جس کے زور سے
دُنیا کا خزانہ میرے ان نازک بازوؤں کے قابو میں آگیا ✤

———— ••••✤•••• ————

ننھے کی دُنیا

کاش میں اپنے ننھے کی اپنی دُنیا کے درمیان ایک پُرسکون
گوشہ پا سکتی! میں جانتی ہوں۔ کہ اس دُنیا میں ستارے بھی ہیں
جو ننھے سے بات چیت کرتے ہیں۔ اور آسمان بھی ہے۔ جو اس
کے چہرے پر جھکا ہوا اپنے سادہ لوح بادلوں اور قوسِ قزح
سے ننھے کا دل بہلا رہا ہے۔

وہ جو اپنے گونگے ہونے کا یقین دلاتے ہیں اور جن کو
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ رینگتے
ہوئے ننھے کی کھڑکی تک آتے ہیں۔ اس کو اپنی کہانیاں سُنا
ہیں۔ اور نہایت چمکیلے کھلونوں سے بھرے ہوئے تھال ننھے
کے لئے لاتے ہیں۔ کاش میں اس رستے پر سفر کر سکتی جو ننھے
کے دل میں سے ہو کر جاتا ہے۔ اور تمام سرحدیں گزر کر وہاں
پہنچ جاتا ہے۔

جہاں ایلچی ایسے فرائض پر روانہ ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی
مقصد نہیں۔ اور جو ایسے بادشاہوں کی سلطنتوں کے درمیان

دوڑتے ہیں۔ جن کی کوئی تاریخ نہیں *

جہاں عقل اپنے قوانین کے پتنگ بنا کر اُڑاتی ہے۔ اور جہاں صداقت "حقیقت" کو اُس کی زنجیروں سے آزاد کر دیتی ہے *

کب اور کیوں

میرے بچے۔ جب میں تمہارے لئے رنگین کھلونے لاتی ہوں
اس وقت میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ بادلوں پر اور پانی پر
اس قدر رنگ کیوں ہیں۔ اور پھولوں پر ہلکے رنگوں کی نقاشی
کیوں کی گئی ہے ــــ میرے بچے جب میں تمہارے لئے
رنگین کھلونے لاتی ہوں +

جب میں اس لئے گاتی ہوں۔ کہ تم ناچو۔ اس وقت
مجھے یہ راز معلوم ہوتا ہے۔ کہ پتوں میں موسیقی کیوں ہے۔
اور لہریں سنتی ہوئی زمین کے دل تک اپنی ملی جلی آوازوں کا
نغمہ کیوں پہنچاتی ہیں ـــــ جب میں اس لئے گاتی
ہوں۔ کہ تم ناچو +

جب میں تمہارے لالچی ہاتھوں تک میٹھی چیزیں لاتی ہوں
اس وقت میں سمجھتی ہوں۔ کہ پھول کے پیالے میں شہد کیوں
ہے۔ اور پھل خفیہ طور پر میٹھے رس سے کیوں بھرے گئے ہیں

— جب میں تمہارے لالچی ہاتھوں تک میٹھی چیزیں لاتی ہوں +
میرے پیارے - جب میں اس لئے تمہارا مُنہ چومتی ہوں -
کہ تم مسکراؤ - اُس وقت یقیناً سمجھ لیتی ہوں - کہ صبح کی روشنی
میں آسمان سے کیسی خوشی اور مسرت کی ندّی بہتی ہے - اور
موسمِ گرما کی ہَوا کیسی راحت میرے جسم تک پہنچاتی ہے —
جب میں اس لئے تمہارا مُنہ چومتی ہوں - کہ تم مسکراؤ +

توہین

میرے بچے تیری آنکھوں میں یہ آنسو کیوں جھلک رہے ہیں؟
کیسے بُرے لوگ ہیں۔ جو ہر وقت تجھے بے وجہ جھڑکیاں دیتے
رہتے ہیں *
تو نے لکھتے وقت اپنی انگلیوں اور اپنے چہرے پر
روشنائی کے دھبے ڈال لئے تھے۔ کیا اسی وجہ سے تجھے وہ
میلا کچیلا کہتے ہیں؟
شی شی۔ کیا یہ لوگ چاند کو محض اس لئے میلا کچیلا بتانے
کی جرأت کرینگے۔ کہ اس نے اپنا چہرہ سیاہی سے آلودہ کر رکھا
ہے؟

میرے بچے۔ یہ لوگ ہر معمولی سے معمولی بات پر تجھ
الزام دیتے ہیں۔ وہ ہر وقت بے وجہ تجھ میں نقص نکالنے
کے درپے رہتے ہیں *
تو نے کھیلتے ہوئے اپنے کپڑے پھاڑ لئے — کیا اسی
وجہ سے تجھے لوگ بدتمیز کہتے ہیں؟

شی شی ۔ تو پھر یہ لوگ موسمِ خزاں کی اس صبح کو کیا کہیں گے
جو اپنے کٹے پھٹے بادلوں میں سے مسکراتی ہوئی نمودار ہوتی ہے ؟

میرے بچے تو ان کی باتوں پر کان نہ لگا ۔
یہ تیرے قصوروں کی ایک لمبی فہرست بنا رہے ہیں ۔
ہر شخص جانتا ہے ۔ کہ تو میٹھی چیزوں سے بہت پیار کرتا ہے ۔
کیا اسی وجہ سے تجھے ندیدا کہتے ہیں ؟
شی شی ! تو پھر یہ لوگ ہمیں کیا کہیں گے ۔ کہ ہم تجھ سے
پیار کرتے ہیں ؟

منصف

تم اس کی نسبت کچھ بھی کہو۔ لیکن میں ہی اپنے بچے کی
خطاؤں کو جانتی ہوں +
میں اس لئے اُس سے پیار نہیں کرتی۔ کہ وہ اچھا ہے۔
بلکہ اس لئے۔ کہ وہ میرا ننھا بچہ ہے +
تم کیا جانو۔ کہ جب اس کی خوبیوں اور اس کی خطاؤں کا
مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ کتنا پیارا بچہ ثابت ہو +
جب میں اُسے سزا دیتی ہوں۔ تو وہ پہلے سے بھی زیادہ
میری ہستی کا ایک جزو بن جاتا ہے +
جب میں اسے ایسی تکلیف دیتی ہوں۔ کہ اس کے آنسو
نکل آئیں۔ تو میرا دل اس کے ساتھ روتا ہے +
بچے پر الزام لگانا اور اس کو سزا دینا صرف میرا ہی حق
ہے۔ کیونکہ تادیب اُسی کا کام ہے۔ جو محبت کرے +

کھلونے

بچے! تو خاک پر بیٹھا ہوا کس قدر خوش و خرم ہے۔ اور صبح سے ایک ٹوٹی ہوئی ٹہنی لیئے ہوئے کھیل رہا ہے +

میں تیرے اس ٹوٹی ہوئی ٹہنی سے کھیلنے پر مسکرا رہا ہوں +

میں اپنے حساب وکتاب میں مصروف ہوں اور ایک گھنٹے سے برابر رقمیں جمع کر رہا ہوں۔ شاید تو میری طرف نگاہ پھیر کر یہ سوچ رہا ہے۔ کہ

"یہ شخص کیسے احمقانہ کھیل میں اپنی صبح خراب کر رہا ہے" +

بچے! میں چھوٹی چھوٹی لکڑیوں اور مٹی کی ٹکیوں میں محو رہنے کا فن بھول چکا ہوں۔ میں قیمتی کھلونے تلاش کرتا پھرتا ہوں۔ اور چاندی سونے کی ڈلیاں جمع کر رہا ہوں + تجھے جو شے بھی مل جاتی ہے۔ اس سے اپنی خوشی کے کھیل بنا لیتا ہے۔ لیکن میں اُن چیزوں پر اپنا وقت اور اپنی طاقت صرف کر رہا ہوں۔ جن کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا +

میں اپنے نازک اور کمزور بجرے پر سوار ہو کر آرزو کے

سمندر کو عبور کر جانے کی جدو جہد کرتا ہوں۔ اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہوں۔ کہ میری یہ حرکت بھی ایک کھیل ہی ہے +

جوتشی

میں نے صرف اتنا کہا تھا۔ کہ

"جب شام کو گول اور پورا چاند اُس "کدم" کے درخت
کی شاخوں میں اُلجھ جاتا ہے۔ تو کیا اُس کو کوئی پکڑ نہیں سکتا؟"

لیکن آکا بھائی میری بات پر ہنس دئے اور کہنے لگے :۔

"ننھے میں نے تم جیسا سادہ لوح بچہ کبھی نہیں دیکھا۔ چاند تو
ہم سے بہت دُور فاصلے پر واقع ہے۔ اس کو کون پکڑ سکتا ہے"

میں نے کہا :۔

"آکا بھائی تم بھی کتنے بے وقوف ہو۔ جب اماں کھڑکی میں
سے جھانک کر ہمیں کھیلتے دیکھ کر مسکراتی ہیں۔ تو کیا اُس
وقت وہ بہت دُور فاصلے پر ہوتی ہیں؟"

پھر بھی آکا نے یہی کہا :۔

"تم تو احمق ہو۔ لیکن ننھے! یہ تو بتاؤ۔ اتنا بڑا جال کہاں
سے آئے گا۔ جس سے تم چاند کو پکڑ سکو؟"

میں نے کہا۔ "تم تو یقیناً چاند کو اپنے ہاتھوں ہی سے

پکڑ سکتے ہو"۔

لیکن آکا بھائی پھر ہنس دیئے اور بولے :-

"میں نے تم جیسا سادہ لوح بچہ کبھی نہیں دیکھا۔ اگر چاند نزدیک آجائے تو تم کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ کتنا بڑا ہے"۔

میں نے کہا :- آکا بھائی تمہیں اسکول میں کیا بے معنی باتیں سکھائی جاتی ہیں! میں یہ پوچھتا ہوں۔ کہ جب اماں ہمارا مُنہ چومنے کے لئے اپنا چہرہ ہماری طرف جھکاتی ہیں۔ تو کیا اُن کا چہرہ بہت بڑا دکھائی دیتا ہے"؟

لیکن آکا بھائی جب بھی یہی کہتے رہے "ننھے تم بڑے ہی بے وقوف ہو"۔

بادل اور لہریں

اماں بادلوں میں رہنے والے لوگ مجھ سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں :- کہ

"ہم اپنے جاگنے کے وقت سے لے کر شام تک برابر کھیلتے رہتے ہیں۔ ہم سنہری صبح صادق کے ساتھ کھیلتے ہیں"۔

میں پوچھتا ہوں :- "تو پھر میں تمہارے پاس کیونکر پہنچوں؟"

وہ جواب دیتے ہیں :- "تم زمین کے کنارے پر آجاؤ۔ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاؤ۔ تم بادلوں میں اٹھا لئے جاؤ گے"۔

میں کہتا ہوں :- "میری اماں گھر پر میری راہ دیکھ رہی ہیں۔ میں ان کو چھوڑ کر کیونکر آسکتا ہوں؟"

یہ سن کر وہ مسکراتے ہیں اور فضا میں تیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں!

لیکن اماں۔ میں اس سے بھی اچھا ایک کھیل جانتا ہوں۔

"میں بادل بنوں گا۔ اور تم چاند بنو گی"۔

میں اپنے دونوں ہاتھوں سے تمہیں ڈھانک لوں گا۔

اور ہمارے کوٹھے کی چھت نیلا آسمان بن جائے گی!"

سمندر کی لہروں میں رہنے والے لوگ مجھے پکار پکار

کہہ رہے ہیں :- کہ

ہم صبح سے شام تک گاتے ہیں۔ اور ہمیشہ چلے ہی

جاتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ کہاں سے گزر رہے ہیں +

میں اُن سے پوچھتا ہوں :- "لیکن پھر میں تم سے کیونکر

آ ملوں؟"

وہ مجھے بتاتے ہیں :- کہ

"تم ساحل پر سرے پر آؤ۔ آنکھیں خوب بھینچ کر کھڑے

ہو جاؤ۔ تم کو لہریں خود لے جائیں گی"+

میں کہتا ہوں "ہر شام کو میری اماں گھر میں میرا انتظار

کرتی ہیں۔ میں ان کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟"+

یہ سُن کر لہروں کے رہنے والے مسکراتے ہیں، ناچتے

ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ لیکن میں اس سے بھی اچھا ایک

کھیل جانتا ہوں +

میں لہر بنوں گا اور تم ایک اجنبی ساحل!

مینہ اُمنڈ اُمنڈ کے اور لوٹ لوٹ کے آؤں گا۔ اور
ہنستا ہوا قہقہے لگاتا ہوا تمہاری گود میں آ پڑوں گا *
اور دُنیا میں کسی کو یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ ہم دونوں کہاں ہیں۔

چمپا کا پھول

امّاں ۔ فرض کرو۔ میں صرف دل لگی کے لئے چمپا کا پھول
بن جاؤں ۔ اور اُس درخت کی اونچی سی شاخ پر لگ جاؤں۔
پھر ہَوا کے جھونکوں سے جھوموں اور ہنسوں ۔ اور ہری ہری
نئی کونپلوں پر ناچوں ۔ تو تم مجھے پہچان لوگی ؟

پھر تم مجھے پکارو۔ "ننھے تو کہاں ہے؟" اور میں آپ
ہی آپ ہنسوں اور چپ چاپ بیٹھا رہوں ؞

پھر میں شرارت سے اپنی پتیاں کھول دوں ۔ اور تمہیں
گھر کا کام کاج کرتے ہوئے دیکھتا رہوں ۔ جب تم غسل کے
کے بعد اپنے بھیگے ہوئے بال اپنے شانوں پر بکھیرے ہوئے
چمپا کے درخت کی چھاؤں میں سے گزر کر اس چھوٹے سے آنگن
میں آنکلو ۔ جہاں تم پوجا پاٹ کیا کرتی ہو۔ تو تمہارے دماغ
میں پھول کی خوشبو آئے ۔ لیکن تم یہ نہ جانو ۔ کہ وہ خوشبو مجھ
میں سے آرہی ہے ؞

جب دوپہر کے کھانے کے بعد تم کھڑکی میں رامائن
پڑھنے بیٹھو اور درخت کی چھاؤں تمہارے بالوں اور تمہاری
گود پر پڑے۔ تو میں بھی اپنا ننھا سا سایہ تمہاری کتاب کے
صفحے پر عین اُس جگہ ڈالوں۔ جہاں تمہاری نگاہ مطالعہ کر رہی
ہو۔

لیکن کیا تم یہ قیاس کر سکو گی۔ کہ وہ تمہارے ہی ننھے
سے بچے کا سایہ ہے؟

جب تم شام کے وقت چراغ ہاتھ میں لے کر گائے بھینسوں
کے چھپر میں جاؤ۔ تو میں اچانک پھر زمین پر آن پڑوں اور
پھر تمہارا ننھا بن جاؤں۔ اور پھر تم سے کہانی سنانے کی
فرمائش کروں۔ پھر اُس وقت میری تمہاری یہ باتیں ہوں:۔

ننھے تم بڑے شریر ہو۔ اب تک کہاں تھے؟

اماں۔ ہم تمہیں نہیں بتائیں گے۔

پرستان

اگر کہیں لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ میرے بادشاہ کا محل کہاں ہے۔ تو وہ محل ہوا میں اُڑ کر غائب ہو جائے۔
اس کی دیواریں سفید چاندی کی ہیں۔ اور چھت چمکتے ہوئے سونے کی ہے۔

بادشاہ کی ملکہ ایک ایسے محل میں رہتی ہے۔ جس کے گرد سات صحن ہیں۔ اس ملکہ نے ایک ایسا زیور پہن رکھا ہے۔ جس کی قیمت سات بادشاہتوں کی دولت کے برابر ہے۔

لیکن اماں۔ آؤ۔ میں تمہیں کان میں بتاؤں۔ کہ میرے بادشاہ کا محل کہاں ہے۔

وہ ہمارے چبوترے کے کونے میں ہے۔ جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھا ہے۔

شہزادی سات سمندر پار، دور ایک ساحل پر سو رہی ہے۔ دنیا میں میرے سوا اُسے کوئی نہیں پا سکتا۔

وہ ہاتھوں میں کنگن اور کانوں میں موتی پہنے ہوئے ہے۔ اس کے لمبے لمبے بال زمین پر لوٹتے ہیں ÷

جب میں اُسے اپنی جادو کی چھڑی سے چھوؤں گا۔ تو وہ جاگ اُٹھے گی۔ اور جب وہ مُسکرائے گی۔ تو اُس کے ہونٹوں سے موتی گرینگے ÷

لیکن امّاں آؤ۔ میں تمھیں کان میں بتاؤں۔ وہ ہمارے چبوترے کے کونے میں ہے۔ جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھّا ہے ÷

جب نہانے کے لئے دریا پر جانے کا وقت آئے۔ تو چھت پر اس چبوترے تک ضرور جانا۔ میں اُس کونے میں بیٹھتا ہوں۔ جہاں دونوں دیواروں کے سائے آپس میں ملتے ہیں۔ صرف بلّی کو میرے ساتھ آنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے۔ کہ کہانی والا نائی کہاں رہتا ہے ÷

لیکن امّاں۔ آؤ۔ میں تمھیں کان میں بتاؤں۔ کہ کہانی والا نائی کہاں رہتا ہے ÷ وہ ہمارے چبوترے کے کونے میں رہتا ہے۔ جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھّا ہے ÷

جلاوطنی کی سرزمین

اماں! روشنی آسمان میں دھندلی پڑ گئی۔ میں نہیں جانتا۔ کونسا وقت ہے۔ میرا کھیل میں جی نہیں لگتا۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ آج سنیچر کا دن ہے۔ اور میری چھٹی ہے ٭

اماں۔ اپنا کام کاج چھوڑ دو۔ یہاں میرے پاس کھڑکی میں بیٹھ جاؤ۔ اور مجھے بتاؤ۔ کہ پریوں کی کہانی میں جو "تپانتر" کے جنگل کا نام آیا تھا۔ وہ جنگل کہاں ہے؟

بارشوں کے سائے نے دن کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈھانک لیا ہے۔ تند و غضبناک بجلی آسمان کو اپنے ناخنوں سے نوچ رہی ہے ٭

جب بادل گونجتے ہیں اور بجلی کڑکتی ہے۔ اس وقت میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے جی میں سہم کر تم سے چمٹ جاؤں ٭ جب موسلا دھار بارش گھنٹوں تک بانس کے پتوں پر

پڑا پڑا برسا کرتی ہے۔ اور ہوا کے تھپیڑوں سے ہماری کھڑکیاں تھرتھراتی ہیں۔ اُس وقت مجھے یہی پسند ہوتا ہے۔ کہ کمرے میں اکیلا تمہارے پاس بیٹھا رہوں اور پریوں کی کہانی والے "تیپانتر" کے جنگل کا حال تمہاری زبان سے سُنا کروں ✤

اماں۔ وہ جنگل کس سمندر کے کنارے۔ کس پہاڑی کے دامن میں۔ کس بادشاہ کے مُلک میں ہے؟

وہاں کوئی باڑیں نہیں ہیں۔ جن سے کھیتوں کا نشان معلوم ہو سکے۔ نہ اُس میں کوئی پگڈنڈی ہے۔ جس پر سے گاؤں والے شام کو اپنے گاؤں میں پہنچ سکیں۔ یا وہ عورت جو جنگل میں سوکھی ٹہنیاں جمع کرتی پھرتی ہے۔ ان کا گٹھا بازار میں لاسکے۔ "تیپانتر" کے جنگل میں ریتیلے میدان پر کہیں کہیں زرد گھاس اُگ رہی ہے۔ اور صرف ایک درخت ہے جس پر دو عقلمند اور بڈھے پرندوں نے اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے ✤

میں تصور کر سکتا ہوں۔ کہ کس طرح ایک ایسے ہی ابر آلود دن میں بادشاہ کا چھوٹا بیٹا اپنے نیلے گھوڑے پر سوار ہو کر اُس شہزادی کی تلاش میں جا رہا ہوگا۔ جو اُس نامعلوم سمندر کے پار ایک دیو کے محل میں مقید ہے ✤

جب دور، دور دراز آسمان پر بارش کی دُھند چھا جاتی ہے اور بجلی کسی ڈرے کے اچانک ڈر سے کی طرح اُٹھ اُٹھ کے چمکتی ہے۔ تو کیا اس شہزادے کو اپنی اُس ناشاد ماں کا خیال بھی آتا ہے۔ جس کو بادشاہ نے چھوڑ رکھا ہے۔ اور جو گائے بھینسوں کا گوبر اُٹھاتی ہوئی اپنی آنکھوں کو پونچھتی جاتی ہے۔ اور ادھر یہ لڑکا ہے۔ کہ پریوں کی کہانی والے "تتیانتر" کے جنگل میں گھوڑا اُڑائے چلا جا رہا ہے +

دیکھو اماں۔ ابھی دن تمام بھی نہیں ہوا۔ لیکن اندھیرا چھا رہا ہے۔ اور وہ دیکھو۔ سامنے گاؤں کی سڑک پر کوئی مسافر بھی نظر نہیں آتا +

گڈریے کا لڑکا بھی چراگاہ سے جلد ہی گھر واپس آ گیا ہے۔ لوگ اپنے کھیتوں کو چھوڑ چھاڑ کر اپنی جھونپڑیوں کی اولتیوں کے نیچے چٹائیوں پر بیٹھے بکھرے ہوئے بادلوں کا تماشا دیکھ رہے ہیں +

اماں۔ میں اپنی تمام کتابیں طاق پر رکھ آیا ہوں۔ اب اس وقت مجھے سبق یاد کرنے کو نہ کہنا !

جب میں اپنے باپ جتنا بڑا ہو جاؤں گا۔ تو وہ سب

باتیں سیکھ لونگا۔ جو سیکھنی چاہئیں +

لیکن آج تو پیاری اماں مجھے یہ بتادو۔ کہ پریوں کی کہانی والا "تیپانتر" کا جنگل کہاں واقع ہے +

بارش کا دن

سرکش بادل جنگل کی سیاہ جھالر پر اُمنڈ اُمنڈ کر چھا رہے ہیں۔
اے بچے - باہر نہ جانا۔

جھیل کے کنارے کھجور کے درخت قطار میں کھڑے ہیں۔ اور ہولناک آسمان پر اپنے سر پٹک رہے ہیں - کوّے اپنے لتھڑے ہوئے پروں کے ساتھ املی کے درخت کی شاخوں پر خاموش دبکے ہوئے بیٹھے ہیں اور دریا کے مشرقی کنارے پر دم بدم بڑھتی ہوئی اُداسی چھا رہی ہے۔

ہماری گائے جنگلے کے ساتھ بندھی ہوئی زور سے ڈکرا رہی ہے۔

اے بچے - ٹھہر میں اسے سائبان میں لا کر باندھ دوں۔
کھیتوں میں پانی ہی پانی کھڑا ہے - ان میں لوگ مچھلیاں پکڑ رہے ہیں + یہ مچھلیاں بھرے اور اُمڈے ہوئے جوہڑوں

ہیں سے کھیتوں میں آنکلی ہیں + مینہ کا پانی تنگ گلیوں میں اسطرح
بہ رہا ہے۔ جیسے ایک ہنستا ہوا لڑکا اپنی ماں کو دق کرنے کے
لئے گھر سے بھاگ نکلا ہو ✣

سُنو۔ نالے کے کنارے کوئی شخص مانجھی کو پکار رہا ہے ✣
اے بچے۔ دن کی روشنی دھندلی ہو چکی۔ اور گھاٹ پر
بجروں کا آنا جانا بند ہو چکا ✣
بارش دیوانہ وار ہو رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ
آسمان اس پر سوار ہو کر اڑا جا رہا ہے۔ دریا میں پانی پُرشور
اور بے قرار ہو رہا ہے۔ عورتیں اپنی گگریاں بھر کر گنگا سے
جلدی جلدی گھروں کو آرہی ہیں ✣

شام کے چراغ فوراً تیار کرنے چاہئیں ✣
اے بچے باہر نہ جانا ✣
بازار کی سڑک سنسان پڑی ہے۔ اور دریا کو جانے والی گلی میں
بہت پھسلن ہو رہی ہے۔ ہوا بانسوں کے جھنڈ میں اس طرح گرجتی اور
تڑپتی پھرتی ہے۔ جیسے کوئی وحشی درندہ جال میں پھنس گیا ہو ✣

کاغذ کی ناؤ

روز روز ایک ایک کرکے میں اپنی کاغذ کی کشتیاں بہتی
وئی ندی میں تیراتا ہوں۔ میں ان کشتیوں پر سیاہ حروف
ں اپنا اور اپنے گاؤں کا نام لکھ دیتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے۔
کسی دوسرے ملک میں کوئی شخص ان کو دیکھے گا۔ اور جانے گا
میں کون ہوں ✣

میں اپنی چھوٹی کشتیوں کو اپنے باغ سے "شیولی" کے
کے پھول لا لا کر بھر دیتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں۔ کہ صبح کے
یہ پیارے پھول رات کو صحیح سلامت زمین سے جا لگیں گے +
میں اپنی کاغذ کی کشتیاں ندی میں چلاتا ہوں۔ اور آسمان کی
طرف نگاہ اُٹھاتا ہوں۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ چھوٹے چھوٹے
بادل بھی اپنے سفید سفید اُبھرے ہوئے بادبان کھول رہے ہیں۔
میں نہیں جانتا۔ میرا کونسا دوست آسمان میں ہے۔ جو ان بادلوں
کو ہوا پر چھوڑ دیتا ہے۔ کہ وہ میری کشتیوں کے مقابلے میں
دوڑیں ✣

جب رات ہو جاتی ہے۔ تو میں اپنا چہرہ اپنے بازوؤں سے چھپا لیتا ہوں۔ اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری کاغذ کی کشتیاں آدھی رات کے تاروں کی چھاؤں میں برابر بہتی چلی جاتی ہیں +

نیند کی پریاں اُن میں سوار ہیں۔ اور اُن کے پاس اُن کی ٹوکریاں خوابوں سے بھری ہوئی رکھی ہیں +

ملّاح

مادھو مانجھی کی ناؤ راج گنج کے گھاٹ پر لنگر ڈالے کھڑی ہے ٭

اس میں جوٹ بالکل بے کار لدا ہوا ہے۔ اور اتنی مدّت سے یہ ناؤ بالکل بے کار پڑی ہے۔ اگر مادھو یہ کشتی مجھے مانگی تانگی دے دے۔ تو میں اس پر ایک سو چپّو رکھوں۔ اور پانچ چھ یا سات بادبان باندھوں ٭

میں کشتی کو فضول اور بے کار بازاروں اور منڈیوں کی طرف ہرگز نہ چلاؤں۔ بلکہ میں اس میں پرستان کے سات سمندروں اور تیرہ دریاؤں کا سفر کروں ٭

لیکن امّاں۔ تم میرے لئے کونے میں بیٹھ رونا نہیں ٭ میں کوئی رام چندر کی طرح جنگل کو نہیں جا رہا ہوں۔ کہ چودہ ہی سال کے بعد واپس آؤں ٭

میں کہانی کا شہزادہ بن جاؤں گا۔ اور اپنی کشتی میں

جو کچھ چاہوں گا۔ بھر لاؤں گا ✤

میں اپنے دوست "آشو" کو اپنے ساتھ لونگا۔ اور ہم بہت خوشی سے پرستان کے سات سمندروں اور تیرہ دریاؤں کا سفر کریں گے ✤

ہم صبح نور کے تڑکے اپنے بادبان کھولیں گے ✤

جب تم دوپہر کے وقت جوہڑ میں نہا رہی ہوگی۔ میں اُس وقت ایک اجنبی راجا کے ملک میں پھر رہا ہونگا ✤

ہم "تیرپورنی" کے گھاٹ پر سے عبور کریں گے۔ اور "تیپانتر" کا جنگل اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے ✤

جب ہم وہاں سے واپس لوٹیں گے۔ اُس وقت اندھیرا دم بدم چھا رہا ہوگا۔ اور میں آکر تم سے وہ سب کچھ کہوں گا۔ جو میں نے دیکھا ہوگا ✤

میں پرستان کے سات سمندروں اور تیرہ دریاؤں کو پار کروں گا ✤

پار کا کنارہ

میں چاہتا ہوں۔ کہ دریا کے دوسرے کنارے تک
پہنچ جاؤں ٭
جہاں وہ کشتیاں بانس کے چھڑوں سے ایک قطار میں
بندھی کھڑی ہیں ٭
جہاں آدمی صبح کے وقت اپنے ہل کاندھوں پر اُٹھائے
اپنی کشتیوں پر سوار ہوکر اپنے دُور دراز کے کھیتوں میں
ہل چلانے جاتے ہیں ٭
جہاں گائیں چرانے والے اپنے ڈکراتے ہوئے
ریوڑوں کو دریا میں تیرا کر کنارے دریا کی چراگاہ میں لے جاتے
ہیں ٭
جہاں سے وہ سب شام کے وقت اپنے گھروں کو
لوٹتے ہیں۔ اور گیدڑوں کو گھاس پھونس سے پٹے ہوئے
جزیرے میں چلّانے کے لئے چھوڑ آتے ہیں ٭

اماں - اگر تم بُرا نہ مانو - تو میں یہ کہوں - کہ جب میں بڑا ہونگا - تو گھاٹ پر مانجھی بنونگا - لوگ کہتے ہیں - کہ اس اونچے کنارے کے پیچھے عجیب قسم کے جوہڑ ہیں +

جہاں بارشوں کے رُک جانے پر جنگلی بطخوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ آتے ہیں - اور جوہڑوں کے کناروں پر جہاں آبی پرندے انڈے دیتے ہیں - نہایت گنجان نرسل اُگتے ہیں +

جہاں چاہے اپنی ناچتی ہوئی دُموں کو ہلاتے ہوئے صاف اور نرم گارے میں اپنے پنجوں کے ننھے ننھے نشان چھوڑ جاتے ہیں +

جہاں شام کے وقت سفید پھولوں سے لدی ہوئی لمبی لمبی گھاس چاندنی کو اپنی لہروں پر تیرنے کی دعوت دیتی ہے +

اماں - اگر تم بُرا نہ مانو - تو میں کہوں - کہ میں بڑا ہو کر گھاٹ والی کشتی کا مانجھی بننا چاہتا ہوں +

میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتا اور جاتا رہوں گا - اور گاؤں کے لڑکے اور لڑکیاں سب نہانے کے وقت مجھے دیکھ کر حیران ہونگے +

جب سورج نصف آسمان پر بلند ہوگا۔ اور صبح تحلیل ہوتے ہوتے دوپہر ہو جائے گی۔ تو میں بھاگتا ہوا تمہارے پاس آؤنگا اور کہوں گا۔ "اماں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے" ٭

جب دن ختم ہو جائے گا۔ اور سائے درختوں کے نیچے دبک جائیں گے۔ تو میں جھٹپٹے میں واپس آؤں گا ٭

میں اپنے باپ کی طرح تمہیں چھوڑ کر شہر میں کام کرنے نہ جاؤں گا ٭

اماں۔ اگر تم بُرا نہ مانو۔ تو میں کہوں۔ کہ میں بڑا ہو کر گھاٹ والی کشتی کا مانجھی بننا چاہتا ہوں؟

پھولوں کا مدرسہ

جب طوفانی بادل آسمان پر گرجتے اور گونجتے ہیں۔ اور جون کی بوچھاڑیں اُترتی ہیں ؛

پورب کی مرطوب اور تیز ہوا رستے پر سے گزرتی ہوئی بانسوں کے جھنڈ میں بین بجاتی ہوئی آتی ہے ؛

اس وقت بے شمار پھول اچانک خدا جانے کہاں سے پھوٹ نکلتے ہیں۔ اور گھاس پر دیوانہ وار مسرت سے ناچنے لگتے ہیں ؛

اماں۔ میں سچ سچ یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ پھول زمین کے نیچے اپنے مدرسے میں جاتے ہیں۔ وہ دروازے بند کر کے اپنے سبق یاد کرتے ہیں۔ اور اگر وہ چھٹی کے وقت سے پہلے چاہتے ہیں۔ کہ باہر نکل کر کھیلیں۔ تو ان کا اُستاد انہیں کونے میں کھڑے رہنے کا حکم دیتا ہے ؛

جب بارش کا موسم آتا ہے۔ تو پھولوں کو چھٹیاں مل جاتی ہیں ؛

جنگل میں درختوں کی ٹہنیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ اور پتّے اندھا دُھند آندھی کے زور سے سرسراتے ہیں۔ گرجتے ہوئے بادل اپنے بڑے بڑے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے ہیں۔ اور "پھول بچّے" گلابی اور بسنتی اور سفید کپڑے پہنے بھاگتے ہوئے آنکلتے ہیں ❖

امّاں۔ کیا تم کو معلوم ہے۔ ان کا گھر آسمان میں ہے۔ جہاں ستارے چمکتے ہیں + کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ وہ اپنے گھر جانے کے کس قدر مشتاق ہیں ؟ کیا تم نہیں جانتیں۔ کہ انہیں اس قدر جلدی کیوں ہے ؟

بے شک میں اندازہ کرسکتا ہوں۔ کہ وہ اپنے بازو کس کی طرف اُٹھائے ہوئے ہیں ❖

جس طرح میری امّاں تم ہو۔ اسی طرح ان پھولوں کی بھی کوئی ماں ضرور ہے ❖

سوداگر

امّاں ۔ تم اُس وقت کا تصوّر کرو ۔ کہ تم تو گھر پر رہو گی ۔ اور میں اجنبی سرزمینوں میں سفر کروں گا ۔ تم تصوّر کرو ۔ کہ میری کشتی کنارے پر پوری طرح لدی ہوئی تیّار کھڑی ہے ؀
اب امّاں تم اچھّی طرح سوچ کر یہ بتاؤ ۔ کہ جب میں واپس آؤں تو تمھارے لئے کیا لاؤں ؟

امّاں ۔ کیا تم سونے کے ڈھیر کے ڈھیر چاہتی ہو ؟
وہاں سُنہری ندّیوں کے کناروں پر سُنہری فصل سے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں ؀
اور جنگل کی پٹیا کی چھاؤں میں چھپا کے سُنہری پھول زمین پر گر رہے ہیں ؀
میں ان سب کو تمھارے لئے سیکڑوں ٹوکریوں میں جمع کر لوں گا ؀
امّاں ۔ کیا تم موسم خزاں کی بارش کے قطروں کے سے

بڑے موتی چاہتی ہو ؟

میں سمندر پار موتیوں کے جزیرے کے ساحل پر پہنچ جاؤنگا۔ وہاں صبح صادق کی روشنی میں چراگاہ کے پھولوں پر موتی تھرتھراتے ہیں۔ گھاس پر بھی موتی گرتے ہیں۔ اور سمندر کی دیوانی لہریں ریت پر بھی موتیوں ہی کے چھینٹے بکھیرتی ہیں ؛

میں اپنے آکا بھائی کو دو پر وار گھوڑے لاکر دونگا جن پہ چڑھ کر بادلوں کی سیر کی جا سکے ؛

ابّا کے لئے میں ایک جادو کا قلم لاؤں گا۔ جو خود بخود لکھے گا اور ابّا کو پتہ بھی نہ چلے گا ؛

اور تمہارے لئے امّاں۔ میں ایک ایسا صندوقچہ اور ایسے جواہر لاؤں گا۔ جن کی قیمت سات بادشاہ اپنی بادشاہتوں سے بھی ادا نہ کر سکیں ؛

ہمدردی

پیاری امّاں - اگر میں تمہارا بچہ نہیں - بلکہ ایک چھوٹا سا کتے کا پلا ہوتا - اور آکر تمہاری تھالی میں منہ ڈالنے کی کوشش کرتا - تو کیا تم مجھے "نا - نا" کہہ کر روک دیتیں ؟

کیا تم مجھے یہ کہہ کر نکال دیتیں - کہ "باہر نکل شریر کتے کے پلے !"

اگر ایسا ہے - تو جاؤ اماں - جاؤ - ہم تمہارے بلانے پر بھی نہیں آئیں گے - اور نہ کچھ تم سے لے کر کھائیں گے ÷

پیاری امّاں - اگر میں تمہارا بچہ نہیں - بلکہ ایک ننھا سا سبز طوطا ہوتا - تو کیا تم میرے اُڑ جانے کے ڈر سے مجھے زنجیر میں باندھ کر رکھتیں ؟

کیا تم میری طرف اپنی اُنگلی ہلا ہلا کر یہ کہتیں ؟ "کتنا کم بخت ناشکرا پرندہ ہے - کہ رات دن اپنی زنجیر کو کترنے ہی کی کوشش کرتا رہتا ہے" !

اگر ایسا ہے - تو جاؤ - اماں - جاؤ - ہم جنگلوں کو بھاگ جائیں گے - اور کبھی تمہاری گود میں نہیں آئیں گے ÷

شغل

جب صبح کو گھنٹی دس بجاتی ہے۔ اور میں اپنی گلی میں سے ہوکر مدرسے کی طرف جاتا ہوں۔ تو روز مجھے راستے میں پھیری والا چلاتا ہوا ملتا ہے "چوڑیاں لے لو۔ بلوری چوڑیاں!"

کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ جلدی چلے۔ کوئی سڑک نہیں جس پر چلنا اس کے لئے ضروری ہو۔ کوئی جگہ نہیں۔ جہاں اسے ضرور جانا چاہئے۔ کوئی وقت نہیں۔ جس پر اسے ضرور واپس لوٹنا ہے۔ کاش میں پھیری والا ہوتا۔ اور دن بھر سڑک پر پھرتا اور چلاتا رہتا!۔

"چوڑیاں لے لو۔ بلوری چوڑیاں!"

جب میں دوپہر کے بعد چار بجے مدرسے سے واپس آتا ہوں۔ تو میں اس گھر کے بڑے دروازے میں سے مالی کو دیکھتا ہوں۔ کہ زمین کھود رہا ہے۔ وہ اپنی کسی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اپنے کپڑوں کو گرد سے آلودہ کر لیتا ہے۔ اور اگر وہ دھوپ میں

بیٹھا بیٹھا پک بھی جائے۔ یا بھیگ جائے۔ تو کوئی اسے جھڑکتا نہیں ؞

کاش میں مالی ہوتا۔ دن بھر باغ میں زمین کھودا کرتا۔ اور کوئی مجھے کھودنے سے نہ روکتا ؞

عین اس وقت جب شام کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور میری ماں مجھے سونے کے لئے بستر پر بھیج دیتی ہے ؞

میں اپنی کھلی ہوئی کھڑکی میں سے چوکی دار کو ادھر اُدھر چکّر لگاتے دیکھتا ہوں ؞

گلی تاریک اور سنسان ہوتی ہے۔ اور بازار کا لمپ ایک ایسے دیو کی طرح کھڑا ہوتا ہے۔ جس کے سر پر ایک ہی سرخ آنکھ چمک رہی ہو ؞

چوکیدار اپنی لالٹین کو گھماتا ہے۔ اور اپنے سائے کو پہلو میں ساتھ لئے ہوئے چلا جاتا ہے۔ اور زندگی بھر کبھی بستر پر نہیں جاتا ؞

کاش میں چوکی دار ہوتا۔ رات بھر گلیوں میں پھرتا۔ اور اپنی لالٹین سے سایوں کا پیچھا کرتا رہتا ؞

بزرگ!

امّاں۔ تمھاری ننھّی بچّی بہت ہی بھولی بھالی ہے۔ اور بہت ہی بے وقوف بچّی ہے۔ اسے تو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ بازار کے چراغوں اور آسمان کے ستاروں میں کیا فرق ہے۔ جب ہم کنکر پتھر لے کر کھانے کا کھیل کھیلتے ہیں۔ تو وہ سمجھتی ہے۔ کہ وہ کنکر سچ مچ کھانے کی چیز ہیں۔ چنانچہ ان کو اٹھا کر منہ میں ڈال لینے کی کوشش کرتی ہے۔

جب میں اس کے سامنے کتاب کھول کر رکھتا ہوں۔ اور اسے الف۔ بے۔ پے سکھاتا ہوں۔ تو وہ ہاتھ بڑھا کر کتاب کا ورق پھاڑ دیتی ہے۔ اور بے وجہ خواہ مخواہ خوشی سے قہقہے لگانے لگتی ہے۔ امّاں۔ یہ ہے تمھاری بچّی کا سبق یاد کرنے کا طریقہ!

جب میں غصّے میں آکر سر ہلاتا ہوں۔ اس کو جھڑکتا ہوں اور اسے "شریر لڑکی" کہتا ہوں۔ تو وہ ہنستی ہے۔ اور اس بات کو بہت بڑا لطیفہ سمجھتی ہے۔

سب جانتے ہیں۔ کہ باوا باہر گئے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر میں کھیل کھیل میں چلا کر کہتا ہوں "باوا" تو وہ شوق اور سرگرمی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگتی ہے۔ اور سمجھتی ہے۔ کہ "باوا" یہیں پاس بیٹھے ہیں ✤

جب ہمارا دھوبی کپڑے لے جانے کے لئے اپنے گدھے لاتا ہے۔ اور میں ان کی جماعت بناتا ہوں۔ اور ننھی سے کہتا ہوں۔ کہ میں سکول ماسٹر ہوں۔ تو وہ بے وجہ چیخنے اور آکا آکا چلانے لگتی ہے ✤

امّاں تمہاری ننھی چاند کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور اس قدر ظریف ہے۔ کہ گنیش کو "گانوش" کہتی ہے ✤

امّاں۔ تمہاری ننھی بچّی بہت ہی بھولی بالی ہے۔ اور بہت ہی بے وقوف بچی ہے ✤

ننھا سا بڑا آدمی

میں چھوٹا ہوں ۔ کیونکہ ننھا سا بچہ ہوں ۔ جب میں اپنے ابّا
[جت]نا بڑا ہو جاؤں گا ۔ تو بڑا کہلاؤں گا ٭

پھر میرا اُستاد آئے گا ۔ اور کہے گا ۔ "دیر ہو رہی ہے ۔ اپنی سلیٹ
[ا]ور اپنی کتابیں لاؤ" ٭

میں اُس سے کہوں گا ۔ "کیا تم نہیں جانتے ۔ کہ میں اب ابّا جتنا
بڑا ہو گیا ہوں ؟ اب میں بالکل سبق نہیں پڑھوں گا" ٭

میرا اُستاد حیران ہو کر کہے گا ۔ "اچھّا ۔ اگر یہ چاہے ۔ تو اپنی
[کتا]بیں پڑھنا چھوڑ دے ۔ کیونکہ اب یہ بچہ بڑا ہو گیا ہے" ٭

میں اپنے کپڑے پہنوں گا ۔ اور میلے میں جاؤں گا ۔
جہاں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے ٭ میرے چچا بھاگتے ہوئے
میرے پاس آئیں گے ۔ اور کہیں گے ۔ "بچے ۔ آؤ میں تمہیں اُٹھا
لے جاؤں ۔ ایسا نہ ہو ۔ کہیں گم ہو جاؤ" ٭

میں جواب دونگا ۔ "چچا ۔ کیا تم دیکھتے نہیں ۔ میں ابّا جتنا

بڑا ہو گیا ہوں۔ اب تو میں اکیلا ہی میلے میں جاؤں گا"۔
چچا کہیں گے۔" ہاں اب یہ جہاں چاہے جائے۔ کیونکہ
اب تو یہ بچہ بڑا ہو گیا ہے"۔

اوپر سے میری امّاں نہانے سے فارغ ہو کر آئیں گی۔
تو دیکھیں گی۔ کہ میں اپنی امّاں کو روپے دے رہا ہوں۔ کیونکہ
اُس وقت کنجی سے صندوق کھولنے کا ڈھنگ مجھے آ گیا ہو گا۔
امّاں کہیں گی" شریر بچے۔ تو کیا کر رہا ہے"؟
میں اُن سے کہوں گا۔" امّاں تمہیں معلوم نہیں۔ میں اب
ابّا جتنا بڑا ہو گیا ہوں۔ اس لئے مجھے چاہئے۔ کہ اماں کو روپے
دوں"۔
امّاں دل میں کہیں گی۔" ہاں۔ اب یہ جسے چاہے۔ روپیہ
دے سکتا ہے۔ کیونکہ اب تو یہ بچّہ بڑا ہو گیا ہے"۔

اکتوبر کی چھٹیوں میں ابّا گھر آئیں گے۔ اور یہ سوچ کر۔
کہ میں ابھی ننھّا ہی ہوں۔ شہر سے میرے لئے چھوٹے چھوٹے
جُوتے اور چھوٹی سی ریشمیں قمیص لائیں گے۔

میں کہوں گا۔ "ابّا۔ یہ چیزیں آکا بھائی کو دے دیجیے۔
کیونکہ میں تو اب تمہارے ہی جتنا بڑا ہوگیا ہوں"۔

ابّا سوچ کر اپنے دل میں کہیں گے "ہاں۔ اگر یہ چاہے۔ تو اپنے کپڑے خود خرید سکتا ہے۔ کیونکہ اب تو یہ بچہ بڑا ہوگیا ہے"۔

بارہ بجے

اماں - اب میں چاہتا ہوں - کہ اپنا پڑھنا لکھنا چھوڑ دوں
میں صبح سے برابر کتاب دیکھتا رہا ہوں - تم کہتی ہو - کہ ابھی
صرف بارہ ہی بجے ہیں - فرض کرو - اب تک بارہ سے زیادہ
نہیں ہوئے - لیکن کیا تم یہ خیال نہیں کر سکتیں - کہ بارہ ہی
بجے تیسرا پہر بھی ہو سکتا ہے ❊

میں تو نہایت آسانی سے تصور کر سکتا ہوں - کہ اب سورج
دھانوں کے کھیت کے کنارے پہنچ چکا ہے - اور بوڑھی
ماہی گیر عورت تالاب کے کنارے اپنے شام کے کھانے
کے لئے ترکاریاں جمع کر رہی ہے ❊

میں ابھی اپنی آنکھیں بند کر کے سوچ سکتا ہوں - کہ مدار کے
درخت کے نیچے سایہ تاریک ہوتا چلا جاتا ہے - اور جوہڑ کا پانی چمکیلا
سیاہ دکھائی دیتا ہے ❊

جب بارہ بجے کا وقت رات کو بھی آ سکتا ہے - تو پھر بارہ بجے
رات کیوں نہیں آ سکتی ❊

مصنّف

تم کہتی ہو۔ کہ ابّا بہت سی کتابیں لکھتے ہیں۔ لیکن جو کچھ
وہ لکھتے ہیں میری سمجھ میں تو آتا نہیں ❊
وہ رات برابر تم کو کچھ پڑھ کر سُناتے رہے۔ لیکن امّاں!
کیا تم بھی سچ مچ ان کا مطلب سمجھتی تھیں؟
امّاں۔ تم ہمیں کتنی اچھی اچھی کہانیاں سُناتی ہو۔ میں حیران
ہوں۔ کہ ابّا ایسی کہانیاں کیوں نہیں لکھ سکتے ❊
کیا انہوں نے اپنی امّاں سے جنّوں۔ پریوں اور شہزادیوں
کی کہانیاں کبھی نہیں سُنیں؟
کیا وہ تمام کہانیاں بھُول گئے؟

اکثر جب وہ غسل کو جانے میں دیر لگا دیتے ہیں۔ تم کو ایک
سَو دفعہ جا کر انہیں بلانا پڑتا ہے۔ تم اُن کا انتظار کرتی رہتی ہو
اور اُن کے لئے کھانے کی رکابیاں گرم رکھتی ہو۔ مگر وہ برابر
لکھے جاتے ہیں۔ اور کھانا دانا بھول جاتے ہیں ❊

ابّا ہمیشہ کتابیں لکھنے کا کھیل کھیلتے ہیں ❖

جب کبھی میں ابّا کے کمرے میں کھیلنے جاتا ہوں۔ تو تم آکر مجھ سے کہتی ہو "کتنا شریر بچّہ ہے!"

اگر میں ذرا سا بھی شور مچاتا ہوں۔ تو تم کہتی ہو "بچّے دیکھتے نہیں تمہارے ابّا کام کر رہے ہیں؟"

ہر وقت لکھنا اور ہر وقت لکھنا! یہ کیا دل لگی ہے؟

جب میں اپنے ابّا کا قلم یا پنسل اُٹھا کر ان کی کتاب پر ابّا ہی کی طرح ا۔ ب۔ پ۔ ت۔ ٹ۔ ث۔ ج۔ چ۔ ح۔ خ۔ لکھنے لگتا ہوں۔ اُس وقت تم مجھ سے بگڑتی کیوں ہو؟

لیکن جب ابّا لکھتے ہیں۔ تو تم اُن سے ایک بات بھی نہیں کہتیں!

جب میرے ابّا ڈھیروں کاغذ ضائع کر دیتے ہیں۔ تو تم کچھ پروا بھی نہیں کرتیں۔ لیکن جب میں کشتی بنانے کے لئے کاغذ کا ایک ہی تختہ لیتا ہوں۔ تو تم کہتی ہو "ننھے تم کتنے تکلیف دہ بچّے ہو"❖

ابّا جو کاغذوں کے تختوں کے تختے دونوں طرف سے سیاہ کر کے ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اُن کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

بدمعاش ڈاکیا

میری اچھی امّاں۔ مجھے بتاؤ۔ تم وہاں فرش پر چپ چاپ اور خاموش کیوں بیٹھی ہو؟ کھلی ہوئی کھڑکی میں سے بارش کی بوچھاڑ برابر آرہی ہے۔ اور تم بھیگ رہی ہو۔ اس کا تمھیں خیال بھی نہیں ❊

سنتی ہو؟ گھڑیال چار بجا رہا ہے۔ آکا بھائی کے سکول سے آنے کا وقت ہے تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ تم اس قدر فکر مند کیوں معلوم ہوتی ہو؟

کیا آج تم کو ابّا کا خط نہیں پہنچا؟

میں نے ڈاکئے کو دیکھا تھا۔ کہ وہ چٹھیوں کا تھیلا اٹھائے ہوئے چلا آرہا ہے۔ اور اس میں قصبے کے ہر آدمی کے نام چٹھیاں موجود تھیں ❊

صرف ابّا ہی کے خط وہ خود پڑھنے کے لئے رکھ لیتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ڈاکیا بڑا بدمعاش ہے ❊

لیکن پیاری امّاں۔ تم اس کا کچھ فکر نہ کرو ❊

کل پڑوس کے گاؤں میں سودے سُلف کا دن ہے۔ تم اپنی
ماما کے ہاتھ کچھ قلم اور کاغذ منگا لینا ✤

میں خود اپنے ابّا کے تمام خط لکھوں گا۔ اور تم دیکھ لوگی۔
کہ اُن میں ایک غلطی بھی نہ ہو گی ✤

میں الف سے لے کر کاف تک سب کچھ لکھوں گا ✤

لیکن امّاں۔ تم مسکرا کیوں رہی ہو ؟
کیا تمھیں یقین نہیں۔ کہ میں ابّا کی طرح عمدہ خط لکھ سکوں گا؟
لیکن میں اپنے کاغذ پر احتیاط سے لکیریں کھینچوں گا۔ اور تمام
حروف نہایت خوب صورت اور بڑے بڑے لکھوں گا ✤

جب میں چٹھی لکھ چکوں گا۔ تو کیا تم سمجھتی ہو۔ کہ میں ابّا کی
طرح بے سمجھ ہوں۔ کہ چٹھی اُٹھا کے اُس بدمعاش ڈاکئے کی تھیلی
میں ڈال دوں گا ؟

میں وہ چٹھی فوراً خود تمہارے پاس لے آؤں گا۔ اور
تم کو حرف بحرف اپنی چٹھی پڑھنے میں مدد دوں گا ✤

میں جانتا ہوں۔ یہ ڈاکیا تمھیں سچ مچ اچھی اچھی چٹھیاں
دینا چاہتا ہی نہیں ✤

بہادر

اماں۔ ذرا تصوّر تو کرو۔ ہم سفر کر رہے ہیں۔ اور ایک عجیب اور خطرناک ملک میں سے گزر رہے ہیں ⁂

تم ایک ڈولی میں بیٹھی ہوئی جا رہی ہو۔ اور میں تمہارے ساتھ ایک سُرخ گھوڑے پر سوار اُسے ڈلکی چلا رہا ہوں ⁂

شام کا وقت ہے۔ سُورج ڈوب رہا ہے "جوڑادِگی" کی بنجر زمین ہمارے سامنے زرد اور اُداس نظر آ رہی ہے ⁂

تم خوف زدہ ہو۔ اور سوچ رہی ہو۔ کہ "خدا جانے۔ ہم کہاں آ گئے ہیں"۔ اور میں تم سے کہہ رہا ہوں "اماں۔ تم بالکل نہ ڈرو" ⁂

چراگاہ نکیلی گھاس سے پُرخار ہو رہی ہے۔ اور اُس میں سے ایک تنگ سا ٹوٹا پھوٹا راستہ گزر رہا ہے ⁂

وسیع چراگاہ میں کوئی چوپایہ نظر نہیں آتا۔ وہ سب گاؤں میں اپنے اپنے چھپروں کے اندر پہنچ گئے ⁂

زمین آسمان پر تاریکی اور دُھند چھا رہی ہے۔ اور ہم کہہ نہیں سکتے۔ کہ کہاں جا رہے ہیں +

اچانک تم مجھے بلاتی ہو۔ اور مجھ سے کان میں پوچھتی ہو۔ کہ "وہ کنارے روشنی کیسی نظر آ رہی ہے؟"

عین اُس وقت ایک خوفناک چیخ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور عجیب شکلیں ہماری طرف بھاگتی ہوئی آ رہی ہیں +

تم اپنی ڈولی میں اُکڑوں بیٹھی ہوئی دعائیں مانگتی ہو۔ اور بار بار خدا کا نام لے رہی ہو +

ڈولی کے کہار خوف اور دہشت سے تھر تھر کانپتے ہوئے خاردار جھاڑی میں چھُپ جاتے ہیں +

میں پکار کر تم سے کہتا ہوں "اماں۔ تم بالکل نہ ڈرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں" +

وہ لوگ لمبی لمبی لکڑیاں ہاتھوں میں اُٹھائے اور سروں پر بال پریشان کئے ہوئے نزدیک آتے جاتے ہیں +

میں پکار کر کہتا ہوں "خبردار! بدمعاشو۔ جہاں تم نے

قدم اُٹھایا۔ وہیں مار ڈالے جاؤ گے" ✤
وہ ایک اور خوفناک چیخ مارتے ہیں۔ اور بڑھتے چلے آتے ہیں ✤
تم میرے ہاتھ کو مضبوط پکڑ کر کہتی ہو۔ "میرے بچے۔ خدا کے
لئے ان کے نزدیک نہ جانا" ✤
میں کہتا ہوں "اماں۔ تم دیکھتی رہو۔ میں کیا کرتا ہوں" ✤
پھر میں اپنے گھوڑے کو بگٹٹ دوڑانے کے لئے ایڑ لگاتا
ہوں۔ اور میری ڈھال اور تلوار دونوں آپس میں ٹکرا رہی
ہیں ✤
پھر۔ اماں۔ لڑائی اس قدر خوفناک ہو جاتی ہے۔ کہ
اگر تم ڈولی میں سے جھانک کر دیکھتیں۔ تو تھر تھر کانپنے لگتیں!
ان میں سے بہت سے لوگ بھاگ جاتے ہیں۔ اور بہت سے
میری تلوار سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں ✤
میں جانتا ہوں۔ کہ تم اکیلی بیٹھی ہوئی یہی سوچ رہی ہو۔ کہ
تمہارا ننھا کبھی کا مر چکا ہے ✤
لیکن میں اپنے تمام جسم پر خون کے دھبے لئے ہوئے آتا
ہوں۔ اور کہتا ہوں "اماں۔ لو۔ اب لڑائی ختم ہو چکی" ✤
تم باہر نکل کے مجھے چومتی ہو۔ اپنے سینے سے لگاتی ہو

اور دل میں کہتی ہو۔ کہ "اگر میرا بچّہ میرا محافظ نہ ہوتا۔ تو نہیں معلوم۔ میں کیا کرتی" ✤

جب روز روز ہزاروں فضول واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ تو پھر ایسا واقعہ اتفاق سے سچ مچ کیوں نہیں ہو سکتا؟ یہ تو بالکل ایک کتاب کی کہانی ہو جائے گی ✤

میرے بھائی کہیں گے:- "کیا یہ ممکن ہے؟ ہم تو اس بچّے کو بہت نازک سمجھتے تھے"؟

ہمارے گاؤں کے سب لوگ متحیّر ہو کر کہیں گے۔ "کیا یہ خوش قسمتی کی بات نہیں۔ کہ لڑکا اپنی ماں کے ساتھ موجود تھا"؟

وقتِ آخر

اماں! میرے جانے کا وقت آگیا۔ میں جا رہا ہوں۔
جب سنسان صبح صادق کی زرد تاریکی میں تم بستر کی طرف
اپنی باہیں پھیلاؤ گی۔ کہ ننھے کو گود میں لے لو۔ تو میں کہوں گا۔
کہ "ننھا وہاں نہیں ہے"۔ اماں۔ میں جا رہا ہوں۔
میں ہوا کا ایک نازک جھونکا بن کر تمہیں سینے سے
لپٹاؤں گا۔ میں پانی میں چھوٹی چھوٹی لہریں بن جاؤں گا۔
تاکہ جب تم نہاؤ۔ تو تمہیں چوموں۔ پھر چوموں اور چومتا رہوں۔
تھپیڑے لگاتی ہوئی رات میں جب بارش پتوں پر
پڑاپڑ برسے گی۔ تو تم اپنے بستر میں میری سرگوشیاں سنو گی۔
اور میرا قہقہہ تمہارے کمرے کی کھلی کھڑکی میں سے بجلی کے ساتھ
چمکتا ہوا تمہارے پاس پہنچے گا۔
اگر تم رات کو دیر تک اپنے ننھے کے خیال میں غرق جاگ
رہی ہو گی۔ تو میں ستاروں میں سے تمہارے لئے لوری گاؤں گا
"سو جا میری اماں۔ سو جا"۔

چاند کی کج رفتار کرنوں پر سوار ہو کر۔ چھپ چھپا کر۔ میں تمہارے بستر پر آؤں گا۔ اور جب تک تم سوتی رہو گی۔ برابر تمہاری چھاتی پر بیٹھا رہوں گا۔

میں ایک خواب بن جاؤں گا۔ اور تمہارے پپوٹوں کے ننھے سے دروازے میں سے گزر کر تمہاری نیند کی گہرائیوں تک جا پہنچوں گا۔ اور جب تم جاگو گی اور چونک کے چاروں طرف نگاہیں ڈالو گی۔ تو میں ایک ٹمٹماتے ہوئے جگنو کی طرح اندھیرے میں غائب ہو جاؤں گا۔

جب پوجا کے بڑے تہوار پر پڑوسیوں کے بچے ہمارے گھر پر آئیں گے۔ اور باجے بجائیں گے۔ تو میں بانسری کی موسیقی میں گھل جاؤں گا۔ اور دن بھر تمہارے دل میں دھڑکتا رہوں گا۔

پیاری خالہ پوجا کے تحفے لے کر تمہارے پاس آئے گی۔ اور پوچھے گی "بہن ہمارا ننھا کہاں ہے؟" اُس وقت ماں تم آہستہ اُن سے کہہ دینا۔ کہ ننھا میری آنکھ کی پتلی میں ہے وہ میرے جسم میں ہے۔ میری رُوح میں ہے۔

بازطلب

رات اندھیری تھی - جب وہ چلی گئی - اور وہ لوگ سو رہے تھے ⁂

اب رات تاریک ہے - اور میں اُسے بلا رہی ہوں - میری پیاری لوٹ آ - دُنیا سو رہی ہے - اگر تو اس وقت جب ستارے ستاروں پر نگاہیں جمائے ہوئے ہیں - ایک لمحے کے لئے آجائے - تو کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا ⁂

وہ چلی گئی - جب درخت شگوفہ لا رہے تھے - اور بہار کم سن تھی!

اب پھول پوری آب و تاب سے کھل رہے ہیں - اور میں اُسے بلا رہی ہوں - میری جان لوٹ آ - بچے بے پروائی سے کھیل رہے ہیں - پھولوں کو جمع کر رہے ہیں - اور بکھیر رہے ہیں - اگر تو بھی آجائے اور ایک پھول لے لے - تو کسی کو نقصان نہیں ہوگا!

جو کھیلا کرتے تھے۔ اب تک کھیل رہے ہیں۔ زندگی اس قدر پُرسرور ہے ؛

میں ان کی بات چیت سُنتی ہوں۔ اور تجھ کو بلاتی ہوں:۔ میری پیاری۔ لوٹ آ۔ کہ ماں کا دل محبت اور پریم سے لبریز ہو رہا ہے۔ اگر تو آکر ماں کا صرف ایک بوسہ چھین لے جائے۔ تو کسی کو اس پر شکایت نہ ہوگی ؛

چنبیلی کے پہلے پھول

آہ! یہ چنبیلی کے پھول! یہ سفید یاسمیں!

مجھے وہ پہلا دن یاد آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے اپنے ہاتھ چنبیلی کے ان سفید پھولوں سے بھر لئے تھے!

میں نے سورج کی روشنی سے۔ آسمان سے۔ سرسبز زمین سے محبّت کی ہے۔

میں نے آدھی رات کے اندھیرے میں سے روانیِ دریا کی پرشوق و سیال آواز سُنی ہے۔

خزاں کے موسم میں اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ سُنسان ویرانے کی سڑک کے موڑ پر شام نے مجھے آلیا۔ جس طرح دُلہن اپنے عاشق کی التجا قبول کرنے کے لئے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتی ہے!

باوجود اس کے میرے دل میں اب تک چنبیلی کے اُن پہلے سفید پھولوں کی یادِ شیریں موجود ہے۔ جن سے میں نے بچپن میں اپنے ہاتھ بھر لئے تھے۔

میری زندگی میں بہت سے خوشی کے دن آئے ہیں۔ اور میں تیوہاروں کی راتوں کو اکثر عیش پسند لوگوں کے ساتھ ہنستا رہا ہوں ٭

اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ باد و باراں کی دھندلی صبح کو میں بہت سے ناکارہ گیت گنگنایا کیا ہوں ٭

میں نے اپنی گردن میں "ہاکل" کے پھولوں کا وہ ہار بھی پہنا ہے۔ جو محبّت کے ہاتھوں سے گوندھا گیا تھا ٭

باوجود اس کے میرے دل میں اب تک چمیلی کے ان پہلے تازہ پھولوں کی یادِ شیریں موجود ہے۔ جن سے ہم نے بچپن میں اپنے ہاتھ بھر لئے تھے ٭

بڑ کا درخت

اے پریشان بالوں والے بڑ کے درخت! جو تالاب کے کنارے کھڑا ہے۔ کیا تو اس ننھے بچے کو بھی بھول گیا جس طرح تو نے ان پرندوں کو فراموش کر دیا ہے۔ جنہوں نے تیری شاخوں میں آشیاں بنائے۔ اور پھر تجھے چھوڑ کر چل دئے؟ کیا تجھے یاد نہیں۔ کہ وہ کس طرح کھڑکی میں بیٹھتا تھا۔ اور تیری اُن پیچ در پیچ جڑوں پر حیران ہُوا کرتا تھا۔ جو درخت کے نیچے ڈوبتی چلی گئی ہیں؟

عورتیں تالاب میں اپنے گھڑے بھرنے آتی تھیں۔ اور تیری عظیم الشان چھاؤں پانی پر اس طرح کلبلا رہی تھی۔ جیسے نیند جاگ اُٹھنے کے لئے جدو جہد کر رہی ہو۔

سورج کی روشنی لہروں پر اس طرح ناچتی تھی۔ جیسے سُنہری کمخاب بننے کے وقت چھوٹی سی پھرکی ادھر سے اُدھر بے قرار پھر رہی ہو۔

دو بطخیں اپنے سائے سے اوپر کی طرف کنارے کنارے

گھاس میں تیر رہی تھیں۔ اور بچہ خاموش اور ساکن بیٹھا سوچ رہا تھا!

اس کی آرزو تھی۔ کہ ہوا بن کر تیری سرسراتی ہوئی شاخوں میں سیٹیاں بجاتا پھرے۔ یا تیرا سایہ بن جائے۔ اور دن کے ساتھ ہی ساتھ پانی پر لمبا ہوتا جائے۔ یا پرندہ بن جائے۔ اور تیری سب سے اونچی پھننگ پر بیٹھ جائے۔ اور اسی طرح تیرتا پھرے۔ جیسے بطخیں گھاس پھوس اور چھاؤں میں تیرتی پھرتی ہیں ❖

اشیرباد

اس ننھے سے دل کے لئے برکت کی دعا مانگو۔ اس سفید نورانی رُوح کو دعا دو۔ جس نے ہماری زمین کے لئے آسمان کا بوسہ حاصل کیا!

یہ سورج کی روشنی سے پیار کرتا ہے۔ یہ اپنی ماں کے چہرے کو دیکھنے کا شوقین ہے۔ اس نے اب تک خاک کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور سونے کے پیچھے مارے مارے پھرنا نہیں سیکھا۔ اس کو اپنے سینے سے لگا لو۔ اور اسے برکت دو!

یہ اس سرزمین میں آیا ہے۔ جہاں صد ہا چوراہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ دنیا کے ہجوم میں سے اس نے تم کو کیونکر چُن لیا۔ اور اپنا راستہ دریافت کرنے کے لئے تمہارا ہی ہاتھ کیوں تھام لیا۔

یہ ہنستا ہوا اور باتیں ملاتا ہوا تمہارے پیچھے چلے گا۔ اس کے دل میں شک وشبہ کا نشان تک نہیں ہے۔

اس کے اعتماد کی قدر کرو۔ اسے سیدھا راستہ دکھاؤ۔
اور اسے برکت دو۔

اپنا ہاتھ اس کے سر پہ رکھو اور دعا مانگو۔ کہ اگرچہ نہریا آب
کی لہریں پُرشور ہو جائیں۔ تاہم آسمان سے ہوا کا سانس آتا
رہے۔ اور اس کے بادبانوں کو بھر کر اسے امن و سکون کی
بندرگاہ پر لے جائے۔
اپنے سفر کی جلدی میں اسے بھول نہ جانا۔ اسے اپنے
دل میں گھر کرنے دو۔ اور اسے برکت دو۔

تحفہ

میرے بچے! میں چاہتا ہوں۔ کہ تجھے کچھ دوں۔ کیونکہ ہم
سب دُنیا کی ندی میں بہے چلے جا رہے ہیں!
ہماری زندگیاں الگ الگ کر دی جائیں گی۔ اور ہماری
محبت بھلا دی جائے گی +
لیکن میں اتنا نادان نہیں ہوں۔ میں یہ اُمید نہیں رکھتا۔
کہ تیرے دل کو اپنے تحفوں سے خرید لوں گا۔ تیری زندگی کم سِن
ہے۔ تیرا رستہ دور دراز ہے۔ ہم جو محبت کا پیالہ تیرے پاس
لاتے ہیں۔ اُس کو تو ایک ہی گھونٹ میں پی جاتا ہے۔ پھر مُنہ
پھیر کر ہم سے بھاگ جاتا ہے +
تیرے پاس تیرا کھیل موجود ہے۔ اور کھیل کے ہمجولی ہیں۔ اگر
تیرے پاس ہمارے لئے وقت اور خیال کا کوئی حصّہ نہیں۔ تو
اس میں کیا حرج ہے!
دراصل ہمارے لئے بڑھاپے میں کافی فرصت موجود ہے۔
کہ ہم بیٹھے ہوئے اپنے گزرے ہوئے دنوں کو گنا کریں۔ اور

اُن آرزوؤں کو اپنے گوشۂ دل میں پرورش کرتے ہیں جنہیں ہمارے ہاتھ ہمیشہ کے لئے کھو چکے ہیں!

دریا گیت گاتا ہوا۔ اور تمام رکاوٹوں کو توڑتا چھوڑتا ہوا سُرعت سے بہہ رہا ہے۔ لیکن پہاڑ کھڑا ہے۔ کسی کو یاد کر رہا ہے۔ اور محبت سے اپنے محبوب کا پیچھا کر رہا ہے!

میرا گیت

میرا یہ گیت اپنی موسیقی سے محبت کے پُر اشتیاق آغوش کی
طرح تمہارے گرد لپٹ جائے گا۔

میرا یہ گیت دعا اور اشیرباد کے بوسے کی طرح تمہاری
پیشانی کو مس کرے گا۔ جب تم اکیلے ہو گے۔ تو یہ گیت تمہارے
پاس بیٹھا ہوا تمہارے کانوں میں سرگوشیاں کرے گا۔ جب تم
لوگوں کے ہجوم میں ہو گے۔ تو یہ تمہارے گرد خلوت کا پردہ
حائل رکھے گا!

میرا گیت تمہارے خوابوں کے لئے پروں کا ایک جوڑا
بن جائے گا۔ اور تمہارے دل کو اُڑا کر لامکاں کے کنارے پر
پہنچا دے گا۔

جب تمہاری راہ پر اندھیری رات چھا جائے گی۔ تو یہ گیت
وفادار ستارے کی طرح تمہاری رہنمائی کرے گا۔

میرا گیت تمہاری آنکھوں کی پتلیوں میں جا بیٹھے گا۔ اور
تمہاری نظر کو اشیا کے باطن تک پہنچا دے گا۔

اور جب میری آواز موت کی خاموشی میں ڈوب جائے گی۔ میرا گیت تمہارے زندہ دل میں نغمہ ریز ہوگا!

ننّھا فرشتہ

وہ شور مچاتے ہیں۔ اور لڑتے ہیں۔ وہ شک وشبہ میں گرفتار ہوتے ہیں اور مایوس ہوجاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے اُن کے جھگڑوں کا کیا انجام ہوگا!

میرے بچّے۔ اپنی زندگی کو اُن کے درمیان اس چراغ کی طرح سے جا۔ جس کی لَو پاکیزہ اور پُرسکون ہے۔ اور اس طرح اُنہیں خوش کرکر کے خاموش کرادے +

وہ لالچ اور حسد سے بے درد ہو رہے ہیں۔ ان کی باتیں اُن چھپی ہوئی چھُریوں کی طرح ہیں جو خون کی پیاسی ہوں +

میرے بچّے۔ جا۔ اور اُن کے خشم ناک دلوں کے درمیان کھڑا ہوجا۔ اور اپنی مرحمت کی نگاہیں اُن پر اس طرح ڈال۔ جیسے شام کا عفو آمیز سناٹا دن کی کشمکش کو سکون سے بدل دیتا ہے +

میرے بچے! اُنہیں اپنا چہرہ دکھا۔ تاکہ وہ تمام اشیا کے معانی سمجھ سکیں۔ اُنہیں چھوڑ دے۔ کہ تجھ سے پیار کریں شاید

وہ اس طرح ایک دوسرے سے پیار کرنا سیکھیں +

میرے بچے! آ۔ اور روح بے پایاں کے سینے میں بیٹھ جا۔ طلوع آفتاب کے وقت اپنے دل کو کھلتے ہوئے پھول کی طرح اُٹھا اور غروب کے وقت اپنا سر جھکا دے۔ اور سکوت و خاموشی میں غرق ہو کر دن بھر کی عبادت پوری کر دے

آخری سودا

جب میں صبح پتھر کی سڑک پر ٹہل رہا تھا۔ تو ہیں نے پکار کر کہا:۔ "آؤ مجھے کرائے پر لے لو" ۔

بادشاہ اپنی رتھ میں سوار تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آیا ۔

اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ اور کہا "میں تجھے اپنی طاقت کے بدلے میں لونگا" ۔

لیکن اس کی طاقت عدم کے برابر تھی۔ چنانچہ وہ اپنی رتھ میں چلا گیا!

دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں مکان کھڑے تھے۔ اور اور اُن کی کھڑکیاں بند تھیں! میں پیچ دار گلی میں پھر رہا تھا!

ایک بوڑھا آدمی روپے کی ایک تھیلی اُٹھائے برآمد ہوا ۔

اس نے پہلے تامل کیا۔ او پھر کہا "میں تجھے اپنے روپے کے بدلے میں لونگا" ۔

اس نے اپنا ایک ایک سکہ تول کے دکھایا۔ مگر میں منہ پھیر کر

چل دیا ✤

شام کا وقت تھا۔ باغ کی باڑ تمام پھولوں سے لدی ہوئی تھی ✤

ایک خوب صورت دوشیزہ آئی۔ اور اس نے کہا "میں تجھے ایک مسکراہٹ کے عوض میں لونگی" ✤

اس کا تبسم زرد پڑ گیا۔ اور آنسو ہو کر بہہ گیا۔ پھر وہ رات کی تاریکی میں تنہا واپس چلی گئی!

سورج ریت پر چمک رہا تھا۔ اور سمندر کی موجیں شوخی و خودرائی سے اُچھل رہی تھیں۔ بچہ بیٹھا ہوا گھونگوں سے کھیل رہا تھا!

اس نے اپنا سر اُٹھایا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ مجھے پہچانتا ہے۔ اس نے کہا۔

"میں تو تمہیں مفت لونگا!"

اس سودے نے جو بچے کے کھیل میں طے ہو گیا۔ اُس دن سے مجھے آزاد انسان بنا دیا!

سلسلہ "آج کل کی الف لیلہ"

خودکشی کی انجمن

مصنفہ

آر۔ ایل۔ اسٹیونسن

مترجمہ

عبدالمجید خاں سالک بی۔ اے

الف لیلہ کو دیکھ کر مشہور و معروف
مصنف آر۔ ایل۔ اسٹیونسن نے
ایک ایسی قسم کی کتاب مغربی حالات
کے مطابق لکھی تھی۔ جو ہر ملک
میں بے حد مقبول ہوئی۔ یہ اسی
کتاب کی ایک کہانی کا سلیس
اور با محاورہ ترجمہ ہے۔ نہایت
دلچسپ اور پڑھنے کے قابل
کتاب ہے + قیمت ۱۳ر

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور